انفرادی زندگی کی طرح اجتماعی زندگی میں بھی محاسبۂ نفس کے بغیر کامیابی کی راہیں نہیں کھل سکتیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸/اپریل ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے اِس حصۂ آیت کی تلاوت فرمائی:-

وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ (البقرۃ:۴۶)

پھر فرمایا:-

ایک سال ختم ہونے کو ہے اور ایک نیا سال شروع ہونے والا ہے۔ یہ زمانی اور مکانی فاصلے اور منزلیں، کوشش اور جدوجہد کی انتہا نہیں ہوتے بلکہ ایک کوشش جب ختم ہوتی ہے تو ایک نئی اور ایک بڑی کوشش شروع ہو جاتی ہے اور اس تسلسل کی ہر منزل ٹھہرنے کی جگہ نہیں بلکہ ایک نئی کوشش کے انتظام۔ ایک نئے عزم کا مقام ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دور تو ایک سال کا بنایا ہے جس کا میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں اور اُس نے بعض دوسرے دور بھی بنائے ہیں جن میں وقت کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ فاصلے اور زمانے کی اس تعیین میں کئی حکمتیں ہیں جن میں ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ ہم محاسبہ کر سکیں کہ (سال کا) دَور جو گذرا اِس میں ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس امر کا محاسبہ ہونا چاہئے اور یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آنی چاہئے کہ ہم نے کونسی غلطیاں کیں اور کیا کامیابیاں حاصل کیں۔ جہاں انفرادی زندگی محاسبۂ نفس کے بغیر کامیاب نہیں ہوتی وہاں اجتماعی زندگی میں بھی محاسبہ کے بغیر ترقی کی راہیں نہیں کھلا کرتیں۔ اگر انسان یہ سمجھ لے کہ جو کچھ اس نے کیا ہے وہ درست

ہے اور کامل ہے اور اس کا صحیح نتیجہ نکلنا چاہئے، تو اس کی غلطیاں دور نہیں ہونگی اور اگر وہ یہ خیال کرے کہ جتنا کام مجھے کرنا چاہئے تھا میں نے کرلیا ہے تو اس کو زیادہ زور کے ساتھ کام کرنے کی توفیق نہیں ملے گی۔ بہرحال ایک جائزہ لینا چاہئے اور اِس بات کا محاسبہ ہونا چاہئے کہ ہم نے کہاں، کس رنگ میں اور کیوں غلطی کی اور آئندہ اس سے بچنے اور اصلاح کرنے کا پروگرام بننا چاہئے۔

ہمارا جو سال ختم ہوتا ہے اس میں جو کوششیں کی جاتی ہیں اس دوران خداتعالیٰ کی راہ میں جو قربانیاں دی جاتی ہیں اور نفس اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے جو جدوجہد اور مجاہدہ کیا جاتا ہے اس کا ایک حصہ ہماری مالی قربانیاں ہیں۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ جب مالی قربانیاں ایک نظام کے ماتحت دی جائیں تو احباب جماعت یہ توقع رکھتے ہیں کہ انتظام چست ہوگا اور سارا سال باہمی مشوروں، یاددہانیوں اور نصیحت کے ذریعے ذمہ داریاں ادا کروائی جائیں گی۔ ایک نقطہ نگاہ سے نظام ذمہ داری ادا کرتا ہے اور ایک دوسرے نقطہ نگاہ سے ذمہ داری ادا کرواتا ہے۔ پس احباب جماعت یہ سمجھتے ہیں کہ ذمہ داریاں ادا کرائی جائیں گی اور کسی ایک کو بھی سست ہونے دیا جائے گا نہ غافل۔ اس طرح سارے مل کر اس انتظام میں آگے سے آگے اور تیز سے تیز تر ہوتے ہوئے بڑھتے چلے جائیں گے لیکن اس کے برعکس بعض جگہ تو بہت بھیانک حد تک اور بعض جگہ ایک حد تک سستی یہ ہوتی ہے کہ وہ مالی بوجھ جو احباب جماعت پر سارے سال میں پھیل کر پڑنا چاہئے۔ وہ پھیلاؤ کی بجائے بعض دفعہ آخری چھ ماہ یا آخری دو ماہ پر پڑتا ہے۔ پس احباب جماعت کے لئے حالات کے لحاظ سے پروگرام بننا چاہئے مثلاً زمیندار ہیں ان کے لئے چھ ماہ کا پروگرام ہو کیونکہ انہوں نے فصلوں کے موقع پر اپنی مالی قربانیاں پیش کرنی ہیں۔ جب ان کی فصلیں تیار ہوں اور مالی قربانی کے قابل ہوں تو اس وقت ان کو یاددہانی کرائی جانی چاہئے تاکہ وہ اپنی ذمہ داریاں وقت پر ادا کر دیں اور بعد میں ان کو بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے۔ جماعت کے بعض دوست ایسے ہیں کہ جنہیں ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ ان کی ماہانہ مالی ذمہ داری ادا ہونی چاہئے۔ اگر وہ کسی ایک مہینہ میں سستی دکھائیں گے تو دوسرے مہینے ان پر بڑا بوجھ پڑ جائے گا۔ اگر آپ نے ان کو آٹھ نو مہینے سست رہنے دیا تو

گویا دسویں، گیارہویں اور بارہویں ماہ میں سارے سال کے چندے ادا کرنے اور مالی قربانیاں پیش کرنے کا ان پر بڑا بوجھ پڑ گیا۔

یورپ وغیرہ میں اکثر جگہ ہفتہ وار تنخواہ ملتی ہے لہٰذا وہاں ہفتہ وار وصولی ہونی چاہئے۔ مثلاً ایک شخص کو انگلستان میں آٹھ پاؤنڈ ہفتہ وار ملتے ہیں اگر آپ اس سے ہفتہ وار سولہواں حصہ یعنی دس شلنگ نہیں لیتے (سال کے حساب سے سولہواں حصہ کچھ کم بنے گا) دوسرے ہفتے بھی نہیں لیتے، پھر تیسرے ہفتے بھی نہیں لیتے اور چوتھے ہفتے چار ہفتوں کا اکٹھا لینا چاہتے ہیں تو اس صورت میں اس پر بڑا بوجھ ہوگا۔

مزدور ہیں جو روزانہ کمانے والے ہیں اگرچہ اس معاملہ میں زیادہ سوچنے، فکر و تدبر کرنے اور زیادہ مشورے کرنے کی ضرورت ہے لیکن کسی وقت ہمیں اس طرف آنا پڑے گا اور اس کے بارہ میں کوئی پروگرام بنانا ہوگا۔ ایک مزدور جو صبح سے شام تک محنت کر کے کما رہا ہے۔ اگر اس کی کمائی پانچ روپے روزانہ ہے تو پانچ آنے اس کو چندہ عام دے دینا چاہئے۔ (آنے اگرچہ مروّجہ سکّوں میں ختم ہو چکے ہیں لیکن میں اس مثال میں ''آنے ہی لوں گا تا کہ آسانی سے سمجھ آجائے) پانچ روپے میں سے پانچ آنے دینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ لیکن مہینے کے آخر میں روزانہ کمانے والے کے لئے ڈیڑھ سو آنے دینا عملاً ناممکن ہے، سوائے اس کے کہ وہ بہت قربانی کرنے والا ہو اور اپنے بچوں کو بھوکا رکھ کر یہ رقم ادا کر دے اور اس صورت میں آپ (اور آپ سے میری مراد اس تسلسل میں نظامِ جماعت ہے) اُس تکلیف کے ذمہ وار ہوں گے۔ رواز نہ ادائیگی اُس کے لئے کوئی بوجھ نہیں ہے کیونکہ پانچ روپے وہ کماتا ہے اور پانچ آنے اُس نے چندہ دینا ہے۔

اگرچہ جماعت میں اِس وقت روزانہ وصولی کا یہ نظام نہیں ہے لیکن اب ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت جماعت میں وسعت پیدا کر رہی ہے اور انہی سلسلوں میں ابتداء میں غرباء ہی شامل ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری اکثریت مزدوروں اور کسانوں پر مشتمل ہے جن کو روزانہ یا دو دن بعد اجرت ملتی ہے یا بعض دفعہ مزدور کو جب سہولت ہو تو خود ہی کہتا ہے کہ میں نے تین دن تمہارا کام کرنا ہے تین دن کے بعد مجھے

اکٹھی مزدوری دے دینا لیکن بہت سارے مزدور ایسے ہیں جو روزانہ کماتے ہیں اور روزانہ ہی ان کا خرچ ہوتا ہے۔ بہرحال اس کا تفصیلی جائزہ لینا چاہئے اور اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔

خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے اسی کا سب کچھ ہے وہ سارا بھی لے لے تو کسی کو اعتراض نہیں۔ عقلاً نہ کسی اَور لحاظ سے جب وہ خدا کہتا ہے کہ جتنا بوجھ تم برداشت کر سکتے ہو میں اس سے زیادہ مشقت تمہارے اوپر نہیں ڈالوں گا جیسا کہ فرمایا لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا (البقرۃ:۲۸۷) جب قادر مطلق خدا کا یہ ارشاد ہے تو ایک عاجز انسان کو کون حق دے سکتا ہے کہ اپنے بھائی پر اس سے زیادہ بوجھ ڈال دے جتنا وہ برداشت کرسکتا ہے۔ جب آپ انتظامی سستی کرتے ہیں جب آپ کا بھائی اپنی کمائی میں سے مالی قربانی دینا چاہتا ہے اور آپ اس سے وقت پر نہیں لیتے تو آپ اس پر ایسا بوجھ ڈالنا چاہتے ہیں جو اس کے لئے تکلیف اور تنگی کا موجب ہے اور ناقابل برداشت بوجھ کے احساس پر منتج ہوتا ہے۔ اس سے بچنا چاہئے کیونکہ یہ گناہ ہے جس طرح اور دکھ دینا اور ایذاء رسانی منع اور گناہ ہے اسی طرح یہ بھی منع ہے۔

انتظام ایسا ہونا چاہئے کہ احباب جماعت ناقابل برداشت بوجھ سے بچ سکیں۔ اس کی کئی شکلیں نکل سکتی ہیں جن کی تفصیل میں مَیں اس وقت نہیں جاتا۔ بہرحال کئی جگہ نہیں بلکہ اکثر جگہ کچھ نہ کچھ سُستی ضرور ہو جاتی ہے اور بعض جگہ تو اتنی سُستی ہوئی ہے کہ آدمی سوچ کر کانپ اُٹھتا ہے۔ مثلاً ایک ضلع کا صدر انجمن احمدیہ کا کل چندہ پونے دو لاکھ کے قریب تھا اور اب اسی آخری مہینے میں مجھے پتہ لگا کہ اس میں سے وصولی پچاس ساٹھ ہزار ہے اور بقایا ایک لاکھ بیس تیس ہزار کے درمیان ہے۔ گویا ضلع کے انتظام نے کام ہی کوئی نہیں کیا اور اب خط لکھ رہے ہیں کہ ہم بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ جو شخص قربانی دینے والا ہے وہ تو اپنے اوپر مصیبت ڈال کر بھی (ناجائز مصیبت جو تم نے اس کے لئے پیدا کی ہے) اور انتہائی قربانی دے کر بھی خدا کے حضور اپنے اموال پیش کر دے گا لیکن تم منتظم ہونے کے لحاظ سے اور جماعتی نظام کے عہدیدار ہونے کے لحاظ سے ایک بہت بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہو۔ تم نے اپنے بھائیوں کے لئے دُکھ کا سامان پیدا کیا ہے۔ بجائے اس کے کہ تم ان کے لئے راحت اور بشاشت اور سہولت کے سامان پیدا کرتے۔

اللہ تعالیٰ کا دین یُسر یعنی سہولت کا سامان پیدا کرتا ہے۔ سہولت کے یہ معنے نہیں کہ چوری کرو اور کھالو۔ کئی تو عملاً ان معنوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ یُسر کا مطلب ہی یہ ہے کہ سارا ڈھانچہ ایسا ہے کہ جب وہ پختہ اور مضبوط ہو تو ایک مومن ہنستے کھیلتے بشاشت کے ساتھ قربانیاں کرتا چلا جاتا ہے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس دل میں ایمان کی بشاشت پیدا ہو جاتی ہے اسے پھر کوئی خطرہ باقی نہیں رہتا تو ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اس مومن کا جو ماحول ہے، وہ بشاشتیں پیدا کرنے والا ہے۔ مومن جس نظام میں بندھ جاتا ہے وہ نظام بشاشت پیدا کرنے والا ہوتا ہے، ناجائز بوجھ ڈالنے والا نہیں ہوتا لیکن جب نظام کی کمزوری ہو یا نظام کی عدم توجہ ہو یا نظام کی غفلت یا نظام کی بے پرواہی ہو تو نظام ایسے سامان پیدا کرتا ہے کہ بشاشت چھن جاتی ہے۔ اس کے باوجود ننانوے فی صد احمدی ایسے ہیں کہ پھر بھی ان سے بشاشت نہیں چھینی جاتی مگر تم نے ایک گناہ کا ارتکاب کر لیا اور تم سے مراد عہدیدارانِ جماعت ہے۔ مَیں نے بتایا ہے کہ اکثر جگہ تھوڑی بہت سُستی ہوتی ہے لیکن بعض جگہ اتنی زیادہ سُستی اور غفلت سے کام لیا گیا ہے کہ میں بے حد پریشانی کے ایام میں سے گزرا ہوں۔ تم نے پچیس فی صد کام کیا اور پچھتر فیصد بوجھ اپنے بھائیوں پر ڈال دیا جس کا جواز ہی کوئی نہیں تمہاری غفلت کے نتیجے میں جو تکلیف پیدا ہوئی ہے اس کا کوئی جواز نہیں اور تم خدا کے سامنے اس بات کے ذمہ دار اور جواب دہ ہو۔

اب ایک مالی سال گزر رہا ہے اور دوسرا مالی سال شروع ہو رہا ہے۔ سب کو اپنی اپنی جگہ سوچنا چاہیئے کہ ہم کم سے کم ناجائز بوجھ ڈالیں۔ کم سے کم میں اس لئے کہتا ہوں کہ بہر حال انسان کمزور ہے کمزوری بھی ہو سکتی ہے ورنہ، اصولاً تو یہ ہے کہ قطعاً کوئی بوجھ نہ پڑے۔ پس کم سے کم بوجھ ڈال کر احباب جماعت کے لئے زیادہ سے زیادہ بشاشت اور سہولت کے سامان پیدا کریں۔ یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ سامان کس طرح مہیا ہو سکتے ہیں۔

بعض جگہ میں نے دیکھا ہے کہ کاغذ سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور عقل اور عمل سے تھوڑا۔ یہ بھی غلط ہے کیونکہ کاغذی گھوڑے دوڑانے کے ساتھ تو کامیابی نہیں ہوا کرتی۔ پھر بعض جگہ میں نے دیکھا ہے کہ غلط عمل کرتے ہیں اور غلط عمل کی وجہ سے نتیجہ صحیح نہیں نکلتا اور نہ

پھل پیدا ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوشش تو بڑی کی مگر نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔

یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ کوئی مذہبی جماعت انکار کر سکتی ہے کہ جب سے انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا اس وقت سے لے کر آج تک انسان نے یہی دیکھا کہ جب خلوص نیت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون اور خدا تعالیٰ کی بتائی ہوئی تدبیر کے ماتحت کام کیا جاتا ہے جس تدبیر میں دعا بھی شامل ہو تو وہ کام بے نتیجہ نہیں رہ سکتا۔ کبھی خدا تعالیٰ اپنی قدرت اور اپنے حکم اور غلبہ اور عزت کے ثابت کرنے کے لئے ایک مثال قائم کر دیتا ہے کہ کوشش کا نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور پھر چھن جاتا ہے۔ انفرادی طور پر بھی ایسا ہوتا ہے اور اجتماعی طور پر بھی لیکن اس میں بھی حکمت ہوتی ہے اور کوئی سبق دینا مقصود ہوتا ہے کوئی اَور غفلت ہوتی ہے جسے دور کرنا مقصود ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کا عام قانون یہی ہے کہ اگر اس کے بتائے ہوئے طریق پر اور اس کے قائم کردہ قانون کے مطابق کوشش کرو گے تو پھل پاؤ گے۔ یہ عام قانون ہے۔ ناکام ہونے والوں کی غلطی اپنی ہوتی ہے اور سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ۔ ہمیشہ ہر ناکامی اپنی طرف منسوب کرو اگر تم نے کامیاب ہونا ہے تو اپنی اصلاح کی کوشش کرو اور محاسبہ کرو۔ نفس کا بھی محاسبہ اور جماعتی تنظیم کا بھی محاسبہ کوئی کمزوری یا غفلت یا بے ثمر ہونا خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ پس اسے اپنی طرف منسوب کرو اور اس کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ مجھے تو بڑا سخت غصہ آتا ہے اگر میرے سامنے کوئی ایسی بات کرے کہ ہم نے تو کوشش کی تھی مگر نتیجہ کوئی نہیں نکلا۔ نعوذ باللہ گویا اللہ تعالیٰ بڑا ظالم ہے جس نے کوئی نتیجہ نہیں نکالا۔ یہ تو ناممکن بات ہے اب ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ہمارے دل میں جو اللہ تعالیٰ کا پیار ہے اور ہمیں صفات باری کی جو معرفت حاصل ہے وہ اس کی نفی کرتی ہے۔

پس تمہاری کوشش کے نتیجہ میں جو ناکامی پیدا ہوئی ہے وہ تمہاری بدعملی اور کم عقلی کا نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ اگر تم خدا کے بتائے ہوئے قانون کے مطابق کام کرو گے۔ حُسنِ عمل ہو گا جو دعا کے ستونوں کے اوپر کھڑا ہو گا۔ پھر ناکامی کا سوال ہی نہیں اور رفعت یقیناً حاصل ہو جائے گی لیکن اگر تم بظاہر حسن عمل کرو اور دعا کے ستون اس کے لئے

تیار نہ کرو تو وہ بلندی تمہیں نہیں ملے گی اور کامیابی تمہارے نصیب میں نہیں ہوگی لیکن جیسا کہ خدا نے کہا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ کہ ایک مسلسل اور نہ تھکنے والے عمل اور دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا تمہیں مل جائے گی۔ ہم اس کو فلاح کہتے ہیں اور ہماری کوشش کا یہی پھل ہے صرف سمجھانے کے لئے نام مختلف رکھے جاتے ہیں۔

پس ایک تو مالی قربانیوں کے سلسلے میں جو کامیابیاں ہوئیں یا ناکامیاں ہوئیں، جو غفلتیں ہوئیں یا جو کمزوریاں ہمیں نظر آئیں، یہ سب کچھ ہمارے سامنے آنا چاہئے اور دوسرے ہمیں ایک نیا عہد باندھنا چاہئے کہ اگلے سال ایسا نہیں ہوگا اور ہم اپنے بھائیوں کے لئے دکھ اور تکلیف کا باعث نہیں بنیں گے بلکہ ان کے لئے سہولتوں کا باعث بنیں گے۔

جماعت احمدیہ کی جو اجتماعی جدوجہد ہے اس میں مالی قربانیاں ایک چھوٹی سی کوشش ہے۔ جماعت کی طرف سے جو ایک جہاد شروع ہے اور ایک عمل کا پروگرام جاری ہے، دُنیا کبھی اس کو منصوبہ کہتی ہے اور کبھی کچھ کہتی ہے لیکن میں کہوں گا کہ ہر ایک پہلو سے اپنے رب کے حضور ہماری جو عاجزانہ پیشکش ہے مالی قربانی تو اس کا صرف ایک نقطۂ نگاہ، ایک زاویہ اور ایک پہلو ہے۔ اس کے علاوہ جماعت کی ہزاروں ذمہ داریاں ہیں۔ آپ مالی قربانی بھی حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے ہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو تو مال کی ضرورت نہیں لیکن اس معنی میں کہ اس کے بندوں کو علم سکھا کر اور عقل دے کر اور قرآن کریم کے نور سے ان کے سینوں کو منوّر کر کے ان کے لئے ایسے سامان پیدا کریں کہ وہ خدا تعالیٰ کی حمد کریں اگرچہ اللہ تعالیٰ کا یہی حق ہے کہ ہم اس کے عاجز اور شکر گزار بندے بن کر اپنی زندگیوں کو گزاریں لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ میری طاقت کی ضرورت ہے نہ اس کو میرے مال کی ضرورت ہے، نہ میری دولت کی ضرورت ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس حمد کی ضرورت ہے جو میری زبان سے نکلتی ہے غرض کہ خدا تعالیٰ کو تو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہم اس کے شکر گزار بندے بن کر اس کی رضا کو حاصل کرتے ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ یہ محاورہ تو ہمیں خوش کرنے کے لئے بنا دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے ورنہ اصل تو یہ ہے کہ ہمارا ہی حق ہے کہ ہم اپنے رب کو راضی کر لیں اور یہ اس کی

مہربانی ہے کہ اس نے ہمیں یہ حق دے دیا۔

حقوق اللہ کی طرح حقوق العباد کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حق اور اس کے بندوں کے حق کو اُسی کے حکم اور منشاء اور قانون اور شریعت کے مطابق اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ادا کرنا اسلام ہے اور یہی مذہب ہے۔ پہلے مذاہب اَور رنگ کے تھے۔ وہ وقتی، زمانی اور مکانی تھے اب ایک عالمگیر مذہب یعنی اسلام آ گیا ہے جو قیامت تک کے لئے ہے لیکن مذہب کی یہ خصوصیت یعنی اس کا وقتی یا زمانی یا مکانی ہونا یا اس کا ایک عالمگیر اور قیامت تک کے لئے ممتد ہونا، دونوں میں اس لحاظ سے کوئی تفریق نہیں کرتی کہ اللہ تعالیٰ کا حق اور اس کے بندوں کا حق ادا کرنا ہے یا نہیں۔ ہر مذہب جو اس دُنیا میں آیا اس نے کہا کہ خدا کے حقوق اُس کو دو اور اس کے بندوں کے حقوق ان کو دو۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام نے عالمگیر مذہب ہونے کے لحاظ سے ایسے حقوق قائم کئے جو عالمگیر نوعیت کے ہیں اور ان کی ادائیگی کے ایسے سامان پیدا کئے کہ ہر زمانہ میں جو حق بنے تو بدلے ہوئے حالات کے لحاظ سے ان حقوق کی ادائیگی کی سمجھ اور ان کا فہم بھی عطا کیا۔ خدا تعالیٰ نے اسلام میں اپنے بندوں کو کھڑا کیا جنہوں نے قرآن کریم سکھایا۔ پھر ان حقوق کی ادائیگی کے لئے جن نئے سے نئے سامانوں کی ضرورت تھی وہ بھی پیدا کئے۔ دراصل ہم اپنے مال بھی حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے ہی پیش کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر خدا کے بندے کا یہ بنیادی حق ہے کہ اسے علم قرآن حاصل ہو۔ یہ ایک بندے کا حق ہے اور کوئی شخص اپنے بھائی کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ جا تجھے قرآن کریم سے کیا تعلق ہے؟ کیونکہ قرآن کریم نے تو ہر فرد بشر کو مخاطب کر کے کہا کہ مجھے سیکھ مجھے سمجھ، مجھ سے فائدہ اُٹھا اور میرے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر۔

پس ہر بندہ خدا کا یہ حق ہے کہ وہ قرآن جانتا ہو اور قرآن کی سمجھ رکھتا ہو۔ اب ہماری مالی قربانیوں کا ایک حصہ اُس حق کی ادائیگی پر خرچ ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ نے ہر فرد بشر کا قائم کیا کہ وہ قرآن کریم کا علم حاصل کرے اور اس سے استفادہ کرے۔ ہمیں اس کے متعلق بھی غور کرنا چاہئے کہ گذشتہ سال حقوق العباد کی ادائیگی کے اس حصہ میں ہم نے غفلتیں تو نہیں برتیں

اور اس مہم میں ہم پر جو ذمہ داریاں تھیں ہم نے وہ پوری طرح ادا کی ہیں یا نہیں؟ میں نے یہ ایک مثال صرف اس لئے دی ہے تا کہ آپ سمجھ جائیں کہ مالی قربانی یا اپنے رب کے حضور جو ہماری مالی پیشکش ہے تو وہ ہماری کوشش ہے وہ تو ہماری کوشش اور جدوجہد کا ایک بالکل تھوڑا سا حصہ ہے پھر وہ خود مقصود بھی نہیں بلکہ مقصود حقوق العباد کی ادائیگی ہے اور اس کے بہت سے پہلو ہیں۔

اس وقت میں نے زیادہ تفصیل کے ساتھ مالی قربانی کے حصہ کو بیان کیا ہے اور آئندہ مجھے توفیق ملی تو دوسری باتوں کو لوں گا (انشاء اللہ تعالیٰ) اور ان کے متعلق بتاؤں گا مثلاً تعلیم القرآن ہے اس کی جو ذمہ داری ہمارے اوپر ہے جب اس کا محاسبہ کریں گے تو ساری چیزیں سامنے آئیں گی کہ اس ذمہ داری کی ادائیگی میں روکیں کون سی ہیں، کن اطراف سے ہیں اور ان کو دور کیسے کیا جا سکتا ہے تا کہ ہماری ذمہ داری پوری طرح ادا ہو سکے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح محاسبہ سے یہ بھی علم ہوگا کہ اس کی ادائیگی میں سہولتیں کونسی ہیں؟ آیا وہ سہولت پوری پوری ہمیں میسر آئی ہے یا کچھ مزید میسر آ سکتی ہے غرضیکہ درمیان سے روکیں بھی دور ہوں اور اس ذمہ داری کی ادائیگی کے جو سامان ہیں اگر ہم اپنی غفلتوں کے نتیجہ میں ایک حد تک ان سے محروم رہے ہیں تو وہ سامان بھی ہمیں ملنے چاہئیں تا کہ تعلیم قرآن جو ایک انسان کا بنیادی حق ہے اس بنیادی حق کو ہم پوری طرح ادا کر سکیں۔ میں اگلے مہینہ ڈیڑھ مہینہ میں جماعت کے سامنے ان باتوں کو رکھوں گا اور اس بارہ میں انہیں نصیحت کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق دے۔

بہر حال آج کل ہمارے دفاتر کے ایک حصے نظارت بیت المال آمد کو بھی بڑی پریشانی ہے اور باہر کے نظام کو بھی اپنی غفلتوں اور سستیوں کے نتیجہ میں پریشانی اُٹھانی پڑی۔ میں نے کئی خطوط اپنے دستخطوں سے بھجوا کر ان کو یاد دہانی کرائی اور ان پر زور دیا کہ ذمہ داری کو ادا کریں۔

نظارت بیت المال نے میرے سامنے یہی سفارش کی تھی کہ سو فیصد وعدے پورے کرنے کے بارہ میں لکھا جائے۔ میں نے انہیں یہ کہا تھا کہ میں تو یہ نہیں لکھوں گا بلکہ میں یہ لکھوں گا کہ اپنے وعدوں کو ایک سو دس فیصد پورا کریں۔ میں ان دوستوں کو اُس جگہ پر کیوں کھڑا کر دوں جہاں ایک سال پہلے ہم نے سوچا تھا کہ وہاں کھڑے ہوں گے۔ ان کو تو اس

سے آگے نکلنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس عرصہ میں ہم پر بڑے فضل کئے ہیں اور بڑی رحمتیں نازل کیں۔ اب ایک جگہ سے یہ اطلاع ملی ہے کہ اُن کی وصولی ۱۱۸ فی صد پر پہنچ گئی ہے۔ ایک اَور جگہ کی اطلاع ہے (یہ جماعت بہت بڑی ہے اور کئی لاکھ ان کا چندہ ہے) کہ ان کا چندہ ایک سو چھ یا ایک سو آٹھ فی صد تک پہنچا ہوا ہے۔ ابھی وقت ختم نہیں ہوا اور مزید چندہ ابھی آ رہا ہے۔ دیکھیں کہاں تک پہنچتا ہے۔ (۱۱۸) یک صد اٹھارہ فیصد تک پہنچ گئے ہیں۔ پس اگر صحیح کوشش کی جائے تو صحیح نتیجہ نکلتا ہے اور کوشش کا پھل ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اس سے انسان سرور اور لذت حاصل کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے پیار کے جلوے دیکھتا ہے اور اس کے قرب کی راہوں پر زیادہ تندہی کے ساتھ چلنا شروع کر دیتا ہے پھر اَور زیادہ لذتوں اور سرور کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے ایسے ہی سامان پیدا کرتا رہے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۴ /جون ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)